آپ کتابیں کیسے پڑھائیں؟

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی

درجۂ اولیٰ

میزان الصرف یا علم الصرف: (۱) صرف کے آغاز میں گردانیں یاد کرانا ناگزیر ہے، گردانیں اس طرح یاد ہونی چاہئیں کہ وہ خود بخود زبان پر چڑھ جائیں اور کسی جگہ اٹکاؤ یا جھجک باقی نہ رہے۔ (۲) لیکن عموماً اساتذہ صرف گردانوں کے رٹوانے پر اکتفاء کر لیتے ہیں اور جب طالب علم کو کوئی گردان اچھی طرح حفظ ہو جائے تو آگے منتقل ہو جاتے ہیں اور صیغوں کی شناخت کی طرف توجہ نہیں دیتے، حالانکہ طالب علم کو گردان کا یاد ہونا جس قدر ضروری ہے، اتنا ہی ضروری یہ ہے کہ وہ ہر صیغے کو فوراً پہچان کر اس کا صحیح مطلب اور اس کا محل استعمال اچھی طرح سمجھ لے۔ لہٰذا استاذ کے ذمے ضروری ہے کہ وہ گردان یاد کرانے کے بعد مندرجہ ذیل کام کرے اور جب تک ان کاموں کی تکمیل اطمینان بخش طریقے پر نہ ہو، اگلے درس کی طرف منتقل نہ ہو۔

(الف) ہر صیغے کے بارے میں یہ پہچان کہ وہ کون سا صیغہ ہے؟ مذکر ہے یا مؤنث، واحد ہے یا تثنیہ یا جمع؟ اس کے لیے دوطرفہ مشقیں زبانی طور پر کرانی ضروری ہیں۔ یعنی طالب علم سے مختلف صیغوں کے بارے میں یہ پوچھا جائے کہ وہ کون سا صیغہ ہے؟ مثلاً فعلت یا ضربت کونسا صیغہ ہے؟ دوسرے مختلف صیغوں کے نام لے کر وہ صیغے بنوائے جائیں، مثلاً ضرب سے ماضی کا واحد مونث حاضر، وغیرہ۔ دونوں قسم کی مشقیں اتنی کثرت سے کرائی جائیں کہ صیغوں کی یہ دوطرفہ پہچان طالب علم کے ذہن نشین ہو جائے اور ہر طالب علم سے اوسطاً ہر صیغے کے بارے میں متعدد بار سوالات ہو جائیں۔ اس کام میں اگر ایک دو سبق پورے بھی خرچ ہو جائیں تو اس کی پرواہ نہ کی جائے۔

(ب) اسی طرح یہ بھی انتہائی ضروری ہے کہ ہر صیغے کے صحیح معنی طالب علم کے ذہن نشین ہوں اور صیغہ سنتے ہی اس کے معنی اس کی سمجھ میں آجائیں۔ اس کے لیے بھی دوطرفہ مشقوں کی ضرورت ہے۔ ایک طرف عربی صیغہ بول کر طالب علم سے اس کے معنی دریافت کیے جائیں اور دوسری طرف اردو بول کر اس کا ترجمہ طالب علم سے کرایا جائے۔ یہ دو طرفہ مشقیں بھی اتنی کثرت سے ہونی چاہئیں کہ صیغوں کے صحیح معنی اور اس کا صحیح محل استعمال ذہن میں پیوست ہو جائے۔

(ج) میزان میں تمام گردانیں ''فعل'' کے مادے پر مبنی ہیں اور وہی یاد کرائی جاتی ہیں، لیکن یہ بھی ضروری ہے کہ دوسرے مادوں سے وہی گردانیں طالب علم سے نکلوائی جائیں۔ مثلاً ''اکل''، ''قرأ''، ''فتح''، ''سجد'' وغیرہ اور ان

کے معانی بھی ذہن نشین کرائے جائیں۔(د) جن مشقوں کا ذکر اوپر (ب) اور (ج) میں کیا گیا ہے کہ وہ زبانی طور پر کرانے کے علاوہ تحریری طور پر کرانا بھی لازمی ہے یعنی اردو میں ایسے جملے دیئے جائیں جن کا ترجمہ طلبہ اپنے پڑھے ہوئے افعال کے مختلف صیغے بنا کر کرسکیں۔ مثلاً مندرجہ ذیل جملوں کا ترجمہ کرایا جائے۔ان عورتوں نے سجدہ کیا۔تم (مردوں) نے کھایا، ان دوعورتوں نے پڑھا۔ ھکذا۔ان مشقوں میں اس بات کا لحاظ رکھا جائے کہ تمام صیغے استعمال ہوجائیں۔ یہ تمام کام ماضی، مضارع، امر ونہی کی تمام گردانوں میں کرائے جائیں۔(۳) تحریری مشقوں میں شروع ہی سے طالب علم کو اس بات کی عادت ڈالی جائیں کہ وہ صاف ستھرے انداز میں سلیقے سے لکھے، جہاں حاشیہ چھوڑنا ضروری ہو، وہاں حاشیہ چھوڑے، سطریں سیدھی رکھے، تحریر اور ترتیب میں توازن ہو۔(۴) جو طالب علم تحریری کام کر کے نہ لائے اور اس کے پاس کوئی معقول عذر نہ ہو، اس کو مناسب تنبیہ کی جائے۔(۵) جو طالب علم حافظے یا ذہن کے اعتبار سے کمزور ہوں، انہیں ہر روز کا سبق یاد کرانے کی ذمہ داری جماعت کے ذہین اور اچھے طلبہ پر لگائی جائے اور جن طلبہ سے تمام اس طرح کی کوششوں کے باوجود مایوسی ہوجائے، ان کی رپورٹ ناظم تعلیمات کو کی جائے اور اگر مایوسی حق بجانب ہو تو اس کو تعلیم کی بجائے کسی اور مشغلے میں لگانے کے لیے فارغ کردیا جائے۔(۶) صرف صغیر میں اگرچہ ہر گردان کا صرف ایک صیغہ طالب علم کو یاد کرایا جاتا ہے، لیکن استاذ کو چاہیے کہ وہ اس سے کبھی کبھی اس بحث کی پوری گردان سنے، مثلاً باب استفعال کی صرف صغیر میں مضارع کا وہ صرف یستنصر یاد کرے گا، لیکن اس سے یستنصر کی پوری گردان نکلوائی جائے اور پھر اس میں بھی مندرجہ بالا مشقیں جاری رکھی جائیں۔(۷) تعلیلات کے بیان میں بھی صرف تعلیلات کے قواعد یاد کرانے کو کافی نہ سمجھا جائے، بلکہ ہر قاعدے کو بہت سی مثالوں سے سمجھا جائے اور طالب علم سے مختلف مثالوں میں ان قواعد کا اجراء کرایا جائے۔

نحو میر یا علم النحو: اساتذہ کو یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ علوم اسلامیہ کی تحصیل کے لیے علم نحو کی ٹھیک ٹھیک فہم، اس کا مکمل اجراء اور اس کے قواعد کا صحیح استعمال ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ لہٰذا نحو کی تعلیم پر آنے والے ہر علم وفن کی تحصیل موقوف ہے۔ اگر بنیاد کمزور رہ جائے تو دورہ حدیث تک کی پوری تعلیم کمزور بے اثر اور بے ثبات ہوجاتی ہے۔اس لیے نحو کے استاذ کی ذمہ داری بہت بڑی ذمہ داری ہے اور اس سے کماحقہ عہدہ برآ ہونے کے لیے مندرجہ ذیل امور کی رعایت ناگزیر اور لازمی ہے۔(۱) نحو کی تعلیم میں اصل مقصد کتاب کی عبارت یاد کرانا نہیں، بلکہ اس میں بیان کردہ قواعد ومسائل کو طالب علم کے اس طرح ذہن نشین کرانا ہے کہ متعلقہ موقع پر طالب علم کو وہ قاعدہ یا مسئلہ یاد آجائے۔(۲) زیر درس کتاب میں عموماً کسی اصطلاح یا قاعدے کی تشریح کے لیے صرف ایک مثال پر اکتفاء کیا گیا ہے۔ لیکن استاذ کے لیے یہ لازمی ہے کہ وہ ہر اصطلاح اور قاعدے کی تشریح کے لیے طلبہ کے سامنے از خود بہت سی مثالیں بیان کرے اور بہتر یہ ہے کہ یہ مثالیں عام گفتگو کے علاوہ قرآن کریم سے بھی اخذ کی جائیں تاکہ قرآن کریم سے بھی مناسبت پیدا ہوتی جائے۔ اس غرض کے لیے استاذ کو چاہیے کہ ''مفتاح القرآن'' کو مستقل اپنے مطالعہ میں رکھے۔(۳) خود بہت سی مثالیں دینے

کے بعد طلبہ سے بھی مثالیں بنوانا اور مختلف مثالیں بول کر طلبہ سے ان کے بارے میں سوال کرنا ضروری ہے۔ یہ کام زبانی بھی ہونا چاہیے اور تحریری بھی۔ (۴) اصطلاح یا قاعدے کی محض نظریاتی تفہیم کو ہرگز کافی نہ سمجھا جائے، بلکہ اس کے عملی اجراء پر زیادہ زور دیا جائے، چنانچہ جب پچھلا سبق طلبہ سے سنا جائے تو اس میں صرف قاعدہ ہی نہ پوچھا جائے بلکہ مختلف مثالوں کے ذریعہ سوال کر کے اس بات کا اطمینان کیا جائے کہ طالب علم میں اس قاعدے کے عملی طور پر جاری کرنے کی صلاحیت پیدا ہوئی ہے یا نہیں؟ مثلاً قاعدہ یہ ہے کہ غیر منصرف کا اعراب حالت جری میں فتحہ سے ہوتا ہے۔ اب صرف اس سوال پر اکتفاء نہ کیا جائے کہ غیر منصرف کا اعراب کیا ہوتا ہے؟ بلکہ ایسے جملے اردو میں بول کر عربی میں ان کا ترجمہ کرایا جائے جن میں کوئی غیر منصرف لفظ حالت جری میں آیا ہو۔ یا ایسے عربی جملے بغیر حرکات کے تختہ سیاہ پر لکھے جائیں جن میں غیر منصرف لفظ حالت جری میں ہو اور ان پر حرکات لگوائی جائیں۔ یا ایسے غلط جملے طالب علم کو دیئے جائیں جن میں غیر منصرف کا اعراب صحیح نہ ہو اور پھر اس سے کہا جائے کہ وہ اسے صحیح کرے۔ (۵) طالب علم جب بھی کوئی غلط جملہ بولے یا غلط پڑھے، اس کو فوراً ٹوک کر جملہ درست کرایا جائے، عام طور سے طلبہ میں مضاف پر الف لام داخل کرنے، موصوف صفت اور مبتداء خبر میں مطابقت نہ کرنے وغیرہ کی غلطیاں شروع سے جڑ پکڑ جاتی ہیں، ان غلطیوں کو کسی بھی قیمت پر گوارہ نہ کیا جائے بلکہ طالب علم سے اصلاح کرائی جائے تاکہ شروع ہی سے ان غلطیوں سے احتراز کی عادت پڑ جائے۔ (٦) جو قواعد کثیر الاستعمال ہیں ان پر قلیل الاستعمال قواعد کے مقابلے میں زیادہ زور دیا جائے، سبق سننے کے وقت بھی اور امتحانات میں بھی کثیر الاستعمال قواعد کے بارے میں زیادہ سوالات کیے جائیں۔ بلکہ قلیل الاستعمال قواعد کے بارے میں بتایا جائے کہ ان کا استعمال کم ہوتا ہے۔ مثلاً لاحول ولاقوۃ الا باللہ کی پانچ ممکنہ وجوہ اعراب میں طالب علم کو بتا دیا جائے کہ راجح اور کثیر الاستعمال کون سی ہے؟ (۷) اسم متمکن کی جو سولہ اقسام کتاب میں مذکورہ ہیں، ان کو ذہن نشین اور یاد کرانے اور ان کے عملی اجراء پر بہت زور دیا جائے۔ مختلف الفاظ کے بارے میں طلبہ سے پوچھا جاتا رہے کہ یہ اسم متمکن کی کون قسم ہے؟ اور اس کا اعراب کیا ہے؟ (۸) طلبہ کو ہر روز یا کم از کم تیسرے دن کوئی نہ کوئی تحریری مشق ضرور دی جائے اور مشقوں کا طریقہ وضع کرنے کے لیے استاذ کے لیے ضروری ہے کہ وہ ''عربی کا معلم'' معلم الانشاء اور ''النحو الواضح'' للابتدائیۃ کو اپنے مطالعہ میں رکھے اور جو بحث پڑھائی گئی ہے اس کے متعلق ان کتابوں میں دی ہوئی مشقوں میں سے، طلبہ کی ذہنی سطح کا لحاظ رکھتے ہوئے، مشقیں منتخب کر کے طلبہ کو ان کے تحریری جواب کا پابند بنائے۔ (۹) ''مائۃ عامل'' کی تعلیم میں ہر عامل کے عمل کو ذہن نشین اور مستحضر کرانے کے لیے مثالوں سے کام لیا جائے اور ان کو بھی زبانی اور تحریری مشقیں کرائی جائیں۔

عربی کا معلم اور طریقہ جدیدہ: (۱) ''عربی کا معلم'' پڑھانے کا مقصد بیک وقت نحو وصرف کا اجراء طالب علم کے ذخیرہ الفاظ میں اضافہ کرنا اور عربی تحریر کی بتدریج صلاحیت پیدا کرنا ہے۔ لہٰذا اس کی تعلیم میں ان تین امور کو مدنظر رکھا جائے۔ (۲) ''عربی کا معلم'' کی تمرینات میں ''عربی سے اردو'' والا حصہ زبانی کرانے پر اکتفا کیا جاسکتا ہے۔

لیکن ''اردو سے عربی'' والا حصہ لازماً تحریری ہونا ضروری ہے طلبہ کو ان مشقوں کے لکھنے کا پابند بنایا جائے۔(۳) ''طریقۃ جدیدۃ'' اور ''الطریقۃ العصریۃ'' کا اصل مقصد ''بطریق مباشر'' عربی سکھانا ہے لہٰذا اسے حتی الامکان عربی ہی میں پڑھایا جائے۔(۴) تمام الفاظ طلبہ سے کہلائے جائیں اور ان میں تلفظ کی صحت کا اہتمام کیا جائے، تلفظ یا لہجے میں بھی اگر کوئی غلطی ہو تو طالب علم کو ٹوک کر اس کی اصلاح کرائی جائے۔(۵) تمام تمرینات پہلے زبانی یاد کرائی جائیں پھر تحریری، ''طریقہ جدیدہ'' کی تمرینات کا مقصد یہ ہے کہ عربی الفاظ صحیح تلفظ کے ساتھ طالب علم کی زبان پر چڑھیں اور رفتہ رفتہ اس کے عربی بولنے میں روانی پیدا ہو جائے۔ بعض اوقات اساتذہ یہ محسوس کرتے ہیں کہ ان تمرینات میں سوال ہی کے الفاظ کو طالب علم سے دہرانے کی مشق کرائی گئی ہے، جس سے طالب علم کے ذہن پر کوئی خاص زور نہیں پڑتا، اس لیے وہ تمرینات کو بیکار سمجھ کر چھوڑ دیتے ہیں، لیکن یہ طرز عمل درست نہیں، ان تمرینات سے طالب علم کو عربی جملے بولنے کی رفتہ رفتہ عادت پڑ جاتی ہے۔ لہٰذا وہ بہت ضروری ہے۔(٦) چونکہ ''طریقۃ جدیدۃ'' اور ''الطریقۃ العصریۃ'' کا اصل مقصد طالب علم کو عربی بولنے کا عادی بنانا ہے۔ اس لیے ان کتابوں کے درس میں حتی الامکان عربی بولنے کا التزام ضروری ہے۔ اگر طالب علم شروع میں پورے جملے نہ سمجھ پائے تب بھی کچھ حرج نہیں،، اس کی وجہ سے عربی میں گفتگو ترک نہ کی جائے انشاء اللہ رفتہ رفتہ وہ عربی الفاظ کے عادی بنتے جائیں گے اور یہ رکاوٹ دور ہو جانی شروع ہوگی، لیکن اگر نہ سمجھنے کے ڈر سے شروع ہی میں عربی بولنا ترک کر دیا گیا تو اس درس کا مقصد ہی فوت ہو جائے گا اور پھر عربی بولنے کی مشق کبھی نہیں ہو سکے گی۔

درجہ ثانیہ

ہدایۃ النحو: ''ہدایۃ النحو'' درس نظامی کے طلبہ کے لیے انتہائی ناگزیر، بے حد اور نہایت اہم کتاب ہے، اسے نحو کی ریڑھ کی ہڈی سمجھنا چاہیے۔ علم نحو سے جو کچھ مناسبت پیدا ہوتی ہے، وہ اسی کتاب میں ہوگی لہٰذا اس کو پڑھاتے وقت مندرجہ ذیل امور کو مدنظر رکھنا نہایت ضروری ہے۔(۱) اس کتاب کا اصل مقصد یہ ہے کہ نحو کے بنیادی قواعد اور اس علم کا مرکزی ڈھانچہ آسان اور عام فہم انداز میں طالب علم کے ذہن نشین ہو جائے اور ساتھ ہی اس میں عربی زبان میں نحو کو سمجھنے کی صلاحیت پیدا ہو۔(۲) اس مقصد کے حصول کے لیے ضروری ہے کہ استاذ صرف کتاب کے بیان کردہ مسائل کی تفہیم پر اکتفا کرے اور اس کتاب کی شروح مثلاً ''درایۃ النحو'' وغیرہ میں جو غیر متعلق مباحث مذکور ہیں ان کو اصل کتاب سے رجوع کریں۔ ان کو نہ خود چھیڑے نہ طلبہ کو چھیڑنے کی اجازت دے۔ یہ نحو کی بنیاد رکھنے کا وقت ہے اور طالب علم کی پوری توجہ کتاب کے مسائل کو سمجھنے اور ان کے اجراء پر مرکوز ہونی ضروری ہے۔ اگر اس کا ذہن خارجی مباحث میں الجھا دیا جائے تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کتاب کا اصل مقصد فوت ہو جاتا ہے، اور کتاب کے مسائل اور ان کے اجراء پر طالب علم کی گرفت کمزور ہو جاتی ہے اور پھر یہ کمی آگے کہیں پوری نہیں ہوتی۔(۳) کتاب کے مسائل کو سمجھانے، یاد کرانے اور ان کو اچھی طرح ذہن نشین کرانے کے لیے ان تمام ہدایات کو یہاں بھی مدنظر رکھا جائے اور جو ''نحو میر'' اور ''علم الصرف''

کی تدریس کے لیے بیان کی گئی ہیں۔ چنانچہ ہر اصطلاح اور ہر قاعدے کی تشریح میں اس بات کو مدنظر رکھنا ضروری ہے کہ صرف کتاب کی دی ہوئی مثال پر اکتفاء نہ کیا جائے بلکہ ہر اصطلاح اور ہر قاعدے کی بہت سی مثالیں اپنی طرف سے سوچ کر طلبہ کو بتائی جائیں پھر ان سے نئی مثالیں بنوائی جائیں اور کوشش کی جائے کہ مثالیں زیادہ سے زیادہ قرآن کریم سے ماخوذ ہوں۔ مثلاً کتاب میں "ماضمر عامله علی شریطة التفسیر" کی صرف ایک مثال دی گئی ہے۔ استاذ کو چاہیے کہ وہ قرآن کریم سے اس کی آسان مثالیں تلاش کر کے طالب علم کے سامنے بیان کرے اور اس میں متعلقہ قواعد کا اجراء کرائے۔ مثلاً "والسماء بنیناها، والارض فرشنا ها، انا کل شیی خلقناه بقدر، والقمر قدرناه منازل والجان خلقناه من قبل" (۴) اس کتاب میں بھی زبانی اور تحریری تمرینات کا اسی طرح اہتمام کیا جائے جیسے نحو میر اور علم الصرف کے سلسلے میں بیان کیا گیا ہے۔ (۵) ان مشقوں کے لیے "النحو الواضح" کے مختلف حصوں کو استاذ بالالتزام مطالعہ میں رکھے اور جو سبق پڑھائے اس کو اس کتاب میں پڑھ کی اس کی تمرینات اور اس میں دی ہوئی مثالوں سے استفادہ کرے۔

ترجمہ عم پارہ: ترجمہ کے اس حصے کو اس درجہ میں رکھنے کا مقصد یہ ہے کہ (۱) روزمرہ پڑھی جانے والی سورتوں کا بنیادی مفہوم طالب علم کے ذہن نشین ہوجائے۔ (۲) قرآن کریم کی لغات کا ایک مقصد یہ ذخیرہ طالب علم کو یاد ہوجائے کیونکہ اس عمر میں یاد کرنا آسان ہوتا ہے۔ (۳) قرآن کریم کا ترجمہ کرنے کا سلیقہ پیدا ہو۔ (۴) نحو، صرف کے قواعد کا اجراء ہو۔ لہٰذا اس حصے کی تدریس میں طویل تفسیری مباحث بیان کرنے کے بجائے صرف لغات کی مختصر تحقیق، راجح ترین تفسیر مع شان نزول اور جملوں کی نحوی ترکیب پر اکتفاء کیا جائے۔

استاذ کو چاہیے کہ وہ "بیان القرآن" کو مستقل مطالعے میں رکھ کر اس کو اپنا ماخذ بنائے اور تحقیق لغات اور ترکیب کے لیے "روح المعانی" کو ماخذ قرار دے۔ چونکہ ان درجات میں نحوی اور صرفی قواعد کے اجراء کو بنیادی اہمیت حاصل ہے، اس لیے تدریس کے دوران اس پہلو کو بطور خاص ملحوظ رکھے اور جس آیت میں کسی نحوی قاعدے کا اجراء ممکن ہو وہ خود طالب علم سے سوالات کے ذریعے نکلوائے۔

مختصر القدوری: جس طرح "ہدایۃ النحو" علم نحو کی بنیاد ہے، اسی طرح مختصر القدوری فقہ حنفی کی بنیاد ہے، یہ ایک سلیس، آسان، مختصر مگر جامع کتاب ہے، جس کی تدریس بڑے اہتمام سے ہونی ضروری ہے اور اس میں مندرجہ ذیل امور کو مدنظر رکھنا چاہیے۔ (۱) عبارت ہر طالب علم سے باری باری پڑھوائی جائے اور طلبہ کو پابند کیا جائے کہ وہ مطالعہ کر کے آئیں، عبارت کی کسی ادنیٰ غلطی، یہاں تک کہ تلفظ سے بھی چشم پوشی نہ کی جائے اور عبارت کی درستی کو درس کا اہم حصہ قرار دے کر اس پر وقت صرف ہونے کی پرواہ نہ کی جائے۔ (۲) کتاب میں جو مسئلہ بیان ہوا ہے کہ صرف اسی کو سمجھانے اور ذہن نشین کرانے پر زور دیا جائے، خارجی مباحث نہ چھیڑے جائیں البتہ اگر اسی مسئلہ کو سمجھانے کے لیے کچھ تفصیل کی ضرورت ہو، یا مفتیٰ بہ قول بیان کرنا درست ہو تو الگ بات ہے۔ (۳) مسئلے کے دلائل بیان کرنے کی

ضرورت نہیں، البتہ جہاں مسئلے کا سمجھنا دلیل پر موقوف ہو یا دو مسئلوں میں وجہ فرق بیان کرنا ضروری ہو صرف وہاں دلائل ذکر کیے جائیں۔ (۴) استاذ ''قدوری'' کی شروح میں سے ''جوہرہ'' اور ''لباب'' کو بطور خاص مطالعہ میں رکھے اور ضرورت کے وقت ''ہدایہ'' اور اس کی شروح سے بھی مدد لے، لیکن طالب علم کو اتنی بات بتائے جو اس کی ذہنی سطح کے مطابق ہو۔ (۵) شروح کے علاوہ استاذ کو چاہیے کہ وہ ''بہشتی زیور'' اور ''امداد الفتاویٰ'' بھی اپنے مطالعہ میں رکھے اور ہر سبق میں دیکھ لیا کرے کہ کتاب کا کوئی مسئلہ مفتیٰ بہ قول کے خلاف تو نہیں ہے۔ اگر خلاف ہو تو مفتیٰ بہ قول بھی بیان کرے۔ (٦) تمام فقہی اصطلاحات اور ان کا مفہوم و مصداق طالب علم کو زبانی یاد کرایا جائے۔ اسی طرح ہر باب سے متعلق بنیادی مسائل اور کثیر الوقوع جزئیات بھی زبانی یاد ہونی چاہئیں۔ البتہ تفصیلات اور تعریفات وغیرہ میں اس بات پر اکتفا کیا جا سکتا ہے کہ طالب علم کتاب میں دیکھ کر اس کا مطلب بتا سکے۔ (۷) نماز کے سنن و آداب نہ صرف طالب علم کو زبانی یاد کرائے جائیں، بلکہ ان کی عملی مشق کرائی جائے اور طلبہ کو ان کی عملی غلطیوں اور کوتاہیوں پر متنبہ کیا جائے اور خارج درس بھی ان کے طرز عمل کی نگرانی کی جائے۔ (۸) طالب علم کے ذہن میں شروع ہی سے یہ بات پیدا کی جائے کہ وہ جو کچھ پڑھ رہا ہے وہ محض ایک نظریاتی علم یا فن نہیں ہے، بلکہ اس کا مقصد اس کے عمل کی اصلاح ہے۔

زاد الطالبین، القراۃ الراشدہ، معلم الانشاء: ان کتابوں کا مقصد ''عربیت'' کا ذوق اور ادبی جملوں کی فہم پیدا کرنا، نیز ان میں نحو و صرف کے قواعد کا اجراء اور بالآخر خود صحیح عربی جملے بولنے اور لکھنے کی مشق کرنا ہے۔ لہٰذا ان کتابوں کا صرف ترجمہ کرانے پر اکتفاء نہ کیا جائے۔ (۱) ترکیب اور نحوی قواعد کے اجراء پر زور دیا جائے۔ (۲) نئے الفاظ کے لغوی معنی بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ان کا محلِ استعمال بتایا جائے۔ اور ان الفاظ کے محلِ استعمال کو بیان کرنے کے لیے از خود مثالیں دی جائیں اور پھر طلبہ سے ان الفاظ کو جملوں میں استعمال کرایا جائے۔ (۳) تمام تمرینات زبانی اور تحریری دونوں طریقے سے اہتمام کے ساتھ طلبہ سے کرائی جائیں اور تحریری کام کر کے نہ لانے والے طالب علم کو تنبیہ کی جائے اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ عربیت کا ذوق پیدا کرنے میں کتاب سے زیادہ استاذ کو دخل ہوتا ہے، اگر استاذ میں خود ذوق نہیں ہے تو کتاب خواہ کتنی اچھی ہو، طالب علم کے اندر یہ ذوق پیدا ہونا مشکل ہوتا ہے لہٰذا استاذ کو چاہیے کہ وہ خود اپنے ذوق عربیت کو ترقی دینے کی فکر کرے۔ ادبی کتابیں اپنے عام مطالعے میں رکھے اور خود اپنی تحریر و تقریر کی مشق کو خارج اوقات میں بڑھاتا رہے۔

علم الصیغہ: علم الصیغہ ہمارے نصاب میں صرف کی آخری کتاب ہے۔ اس میں اہم ترین حصہ قواعد تعلیلات کا ہے۔ یہ قواعد اس کے بعد کہیں طالب علم کے سامنے نہیں آئیں گے۔ لہٰذا ان کو خوب یاد کرا کے، از بر کرا دینا اور ان کا اجراء استاذ کی اہم ترین ذمہ داری ہے۔

اس طرح ''خاصیات'' کا بیان پہلی اور آخری مرتبہ صرف ''فصول اکبری'' ہی میں طالب علم کے سامنے آئے گا۔ ان خاصیات کو بھی نہ صرف ذہن نشین بلکہ اچھی طرح یاد کرنا لازمی ہے۔

تیسیر المنطق، مرقات: ان کتابوں کا مقصد منطق کی اصطلاحات یاد کرانا ہے، اسی نقطۂ نظر سے ان کو پڑھانا چاہیے۔ ہمارے دور میں طلبہ منطق کو ایک خشک اور مشکل مضمون سمجھتے ہیں اور اس سے دلچسپی پیدا نہیں کرتے۔ اس عدم دلچسپی کی بناء پر وہ پہلے ہی قدم پر منطق سے برگشتہ ہو جاتے ہیں اور آگے کی کتابوں میں بھی ان کی استعداد کمزور ہوتی چلی جاتی ہے۔

لہٰذا تیسیر المنطق اور مرقات کے استاذ کی ذمہ داری ہے کہ وہ طلبہ کی اس غلط فہمی کو دور کر کے ان کے ذہنوں میں اس علم کو دلچسپ بنا کر پیش کرے۔ منطق کی اصلاحات کو روزمرہ کی زندگی کی مثالوں سے سمجھا کر انہیں یہ بتائے کہ یہ کوئی مافوق الفطرت علم نہیں ہے بلکہ زندگی کے حقائق کا صحیح ادراک کرنے کے لیے اس کی کتنی ضرورت ہے۔ اس غرض کے لیے ضروری ہے کہ استاذ صرف کتاب میں بیان کی ہوئی مثالوں پر اکتفاء نہ کرے، بلکہ اپنی طرف سے آسان مثالیں سوچ کر جائے اور طلبہ سے بھی مثالیں نکلوائے۔

درجۂ ثالثہ

کافیہ: ''کافیہ'' علم نحو کی وہ اہم کتاب ہے جس میں نحو کے اعلیٰ درجے کے مسائل بڑے اختصار اور جامعیت کے ساتھ بیان کر دیئے گئے ہیں۔ اس کتاب کا مقصد نحو کے مبادی سے کماحقہ واقفیت کے بعد اس علم کے تفصیلی مسائل کے ذریعے طالب علم میں فن کے ساتھ مناسبت پیدا کرنا اور اس کے ساتھ شواہد کی مدد سے مسائل نحو کے استنباط کا سلیقہ سکھانا ہے۔

لیکن ہمارے دور میں ان مقاصد کے حصول میں بہت بڑی رکاوٹ اس کتاب کا وہ طریق تدریس ہے جس میں سارا زور غیر متعلق چوں وچرا پر صرف کر دیا جاتا ہے اور اس چوں وچرا کی کثرت میں کتاب کے اصل مسائل گم ہو کر رہ جاتے ہیں اور طالب علم کی توجہ ٹھیٹھ نحوی مسائل ومباحث کے بجائے اعتراض وجواب کی طرف لگ جاتی ہے۔ لہٰذا: (۱) ''کافیہ'' سے صحیح فائدہ حاصل کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ استاذ نفس کتاب کی تفہیم پر اکتفاء نہ کرے البتہ اس تفہیم کا معیار ''ہدایۃ النحو'' سے اتنا بلند ہونا چاہیے کہ عبارت کے فوائد وقیود اور ایک ایک لفظ کا پورا پس منظر طالب علم کے سامنے بیان کیا جائے اور مصنف نے مختصر الفاظ میں جو مباحث سموئے ہیں، وہ پوری تفصیل کے ساتھ طالب علم کے سامنے آجائیں، لیکن اس کے علاوہ ان فضول عقلی موشگافیوں اور لفظی مناقشات سے مکمل پرہیز کیا جائے جن سے براہ راست نحو کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ (۲) ''کافیہ'' کی سب سے بہتر شرح ''رضی'' شرح جامی اور ''عصام'' کو استاذ اپنے مطالعے میں رکھے لیکن طالب علم کے سامنے ان میں سے صرف وہ منتخب کر کے پیش کرے جو کتاب میں سمجھنے کے لیے ضروری ہوں یا جن کا براہ راست نحو سے تعلق ہو ''تحریر سنبٹ'' اور اس قسم کی دوسری شروح جو محض چوں وچرا پر مشتمل ہیں، استاذ چاہے تو اپنی دلچسپی کے لیے مطالعے میں رکھے، لیکن اس قسم کے مباحث نہ طلبہ کے سامنے بیان کرے اور نہ طلبہ کو ایسی شروح دیکھنے کی اجازت دے۔ مثلاً ''الکلمۃ لفظ وضع للمعنی'' پر جس طرح عموماً کئی کئی دن خرچ کیے جاتے ہیں اس کی چنداں

ضرورت نہیں۔اس جملے کے مطلب کے علاوہ الف لام کی قسمیں، مفرد کا مطلب اور مفرد کی مختلف وجوہ اعراب اور ان سے حاصل ہونے والے معانی پر اکتفاء کیا جائے ،لیکن الف لام کی قسموں کو اتنی مثالوں سے سمجھایا جائے کہ ہر قسم کی پوری شناخت طالب علم کے ذہن نشین ہوجائے اور پھر طالب علم سے بھی ان مختلف قسموں کی مثالیں نکلوائی جائیں۔(۳)اس قسم کے مباحث ترک کرنے سے جو وقت بچے گا، اس کو حقیقی نحوی استعداد پیدا کرنے میں صرف کیا جائے۔ چنانچہ کتاب کے مسائل کی خارجی مثالیں اور قرآن وسنت اور کلام عرب سے ان کے شواہد پیش کیے جائیں اور طلبہ سے ایسے فقرے بنوائے جائیں جن میں وہ مسائل جاری ہوں۔

اس غرض کے لیے ضروری ہے کہ ''کافیہ'' اور ''النحو الوافی'' کو بالالتزام اپنے مطالعے میں رکھے۔اس کتاب میں ''کافیہ'' کے معیار کے مسائل کو قرآن وسنت اور کلام عرب کے شواہد سے سمجھا گیا ہے، اسی کتاب میں تمرینات بھی موجود ہیں، ان تمرینات سے مدد لے کر استاذ اپنے طلبہ کے سامنے تمرینات خود مرتب کرے۔جن کا مقصد ایک طرف یہ ہو کہ کافیہ کے مسائل کا اجراء ہو سکے اور دوسری طرف اس طرح عربیت کا ادبی ذوق بھی ساتھ ساتھ ہوتا چلا جائے اور اصل بات یہاں بھی وہی ہے کہ کافیہ سے طالب علم کو صحیح فائدہ پہنچنے کا مدار استاذ کے اپنے نحوی اور ادبی ذوق بھی پر ہے جسے ترقی دینے کی ہر استاذ کو کوشش کرنی چاہیے اور نحو اور ادب کی معیاری کتابیں اپنے عام مطالعے میں رکھنی چاہیے۔

نفحة العرب: اس کتاب کا مقصد ہلکی پھلکی ادبی نثر کے ذریعہ رفتہ رفتہ عربی ادب تک طالب علم کی رسائی پیدا کرنا ہے۔ لہٰذا اس کتاب کا صرف ترجمہ کرانے پر اکتفا نہ کیا جائے، بلکہ مندرجہ ذیل امور کا اہتمام کیا جائے۔(۱) نئے الفاظ کے لغوی اور مستعمل معنی اور افعال کے باب اور اسماء کے جمع ومفرد کا بیان اور ان کا محل استعمال۔(۲) نئے انداز کے جملوں کی نحوی ترکیب (۳) قواعد نحو وصرف کا اجراء۔(۴) نئے الفاظ کو جملوں میں استعمال کرنے کی مشق۔(۵) ادب کی ہر کتاب سے یہ مقصد بھی ضرور حاصل کرنا چاہیے کہ عربی الفاظ اور عربی جملے طلبہ کی زبانوں پر چڑھیں اور عربی بولنے کی جھجک دور ہو۔اس غرض کے لیے ہر درس کے آخر میں استاذ کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسی درس کی حکایت کے بارے میں طلبہ سے عربی میں سوالات کرے اور عربی ہی میں طالب علم ان کا جواب دیں۔

کنز الدقائق: مختصر القدوری کے بعد کنز الدقائق کی فقہ میں وہی حیثیت ہے جو نحو میں ہدایۃ النحو کے بعد کافیہ کی ہے۔قدوری سے فقہ کے مبادی کا تعارف حاصل ہوتا ہے لیکن کنز میں فقہی معلومات کا بہت بڑا ذخیرہ نہایت اختصار اور جامعیت کے ساتھ دریا بکوزہ کے مصداق جمع ہے۔لہٰذا استاذ کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ یہ ذخیرہ طالب علم کے اس طرح ذہن نشین کرا دے کہ کتاب سے استفادے کی صلاحیت طالب علم میں پیدا ہوجائے، ہر باب کے بنیادی مسائل اور اصطلاحات اسے اچھی طرح یاد ہوجائیں اور باقی تفصیلات وہ کتاب کی مدد سے سمجھ سکے۔

کتاب کے حل کے لیے استاذ کو ''عینی'' شرح کنز اور ''کشف الحقائق'' کو سامنے رکھنا چاہیے اور فقہی تفصیلات جاننے کے لیے ''زیلعی'' اور بوقت ضرورت ''البحر الرائق'' کی مراجعت کی جائے۔

اس کتاب میں بھی دلائل طلبہ کے سامنے بیان کرنے کی حاجت نہیں، البتہ جہاں مسئلے کی صحیح فہم دلیل پر موقوف ہو، وہاں دلیل ضرور بیان کی جائے، یا جہاں ایک جیسے مسئلوں کا حکم مختلف ہو، وہاں وجہ فرق ضرور واضح کی جائے۔

اصول الشاشی: یہ اصول فقہ کی پہلی کتاب ہے، لیکن بعض دقیق مباحث پر مشتمل ہے نیز اس میں قواعد و مسائل سے زیادہ تفریعات پر زور دیا گیا ہے اس لیے مناسب یہ ہے کہ اس کتاب کو شروع کرانے سے پہلے "اصول فقہ" کی بنیادی اصطلاحات پر مشتمل کوئی چھوٹا سا رسالہ پڑھا دیا جائے۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو ہر سبق کے شروع میں متعلقہ اصطلاح یا قاعدے کی تشریح اہتمام سے کرائی جائے۔ کتاب میں جو تفریعات بیان کی گئی ہیں قاعدے پر ان کا انطباق بعض اوقات بہت دقیق ہوتا ہے اور بعض اوقات پر تکلف بھی۔ لہٰذا شروع میں اس قاعدے کو آسان اور بے تکلف مثالوں پر منطبق کر کے سمجھایا جائے۔ اور طالب علم سے مختلف سوالات کے ذریعہ انطباق کرایا جائے۔ اس کے بعد کتاب کی دقیق تفریعات شروع کی جائیں۔

کتاب کی بعض تفریعات ایسی بھی ہے ہیں کہ وہ درحقیقت قواعد پر منطبق نہیں ہوتیں اور انطباق کے لیے بہت غیر ضروری تعسف سے کام لینا پڑتا ہے، ایسے مقامات پر پر تکلف تاویلات کرنے کی بجائے حقیقت حال طالب علم کو بتا دینے میں کوئی حرج نہیں ہے، ورنہ وہ نفس قاعدہ کے بارے میں ذہنی الجھن کا شکار رہے گا۔

"اصول الشاشی" کی تدریس کے دوران اس کی شرح "فصول الحواشی" کے علاوہ "نور الانوار" بھی مطالعے میں رکھنی چاہیے۔

تفسیر درجۂ ثالثہ یا درجہ خامسہ: اس تفسیر کا مقصد یہ ہے کہ قرآن کریم اس کی تفسیر اور ترجمہ سے طالب علم کو ایسی مناسبت پیدا ہو کہ وہ رفتہ رفتہ تفسیر سے براہ راست استفادہ کر سکے۔ لہٰذا ان درجات میں قرآن کریم کے ترجمہ کے علاوہ راجح قول کی بنا پر آیات کا شان نزول اور ان کی راجح تفسیر آیات کی وجوہ اعراب اور آیات سے مستنبط ہونے والے احکام و آداب کو اختصار کے ساتھ بیان کیا جائے۔

اساتذہ کو ان درجات میں "تفسیر روح المعانی"، "تفسیر عثمانی"، "تفسیر قرطبی" اور "معارف القرآن" سے بطور خاص استفادہ کرنا چاہیے۔ درجہ خامسہ میں "تفسیر کبیر" کے منتخب مباحث بھی بیان ہو سکیں تو بہتر ہے۔

درجۂ رابعہ

شرح جامی: اس کتاب کی تدریس شروع کرنے سے پہلے علامہ سیوطی کے رسالے "الاقتراح فی اصول النحو" کا خلاصہ تقریروں کی شکل میں بیان کیا جائے۔

شرح وقایہ: اس کتاب کا مقصد یہ ہے کہ فقہ کے سادہ مسائل سے واقفیت حاصل کرنے کے بعد طالب علم فقہاء کرام کے اختلافات اور دلائل سے تعارف حاصل کرے، چنانچہ کتاب میں جو مباحث بیان ہوئے ہیں ان کی اس

طرح تشریح کی جائے کہ طالب علم ان دلائل ومباحث کو نہ صرف سمجھ سکے بلکہ ان مباحث میں قوت مطالعہ اس کے اندر پیدا ہو۔

اس کے لیے مناسب ہے کہ استاذ وقتاً فوقتاً طلبہ سے پڑھے ہوئے سبقوں کے بارے میں سوالات کرتا رہے، یہ سوالات نفس مسائل کے علاوہ اختلافات اور دلائل کے بارے میں بھی ہونی چاہئیں۔

طلبہ کی عبارت کی تصحیح اور نحوی وصرفی قواعد کے اجراء کا سلسلہ یہاں بھی جاری رہنا چاہیے۔

نورالانوار: یہ اصول فقہ کی پہلی مفصل کتاب ہے جو طلبہ کو پڑھائی جاتی ہے۔ کتاب بذات خود نہایت آسان ہے۔ اس لیے اس کے حل میں کسی خاص جدوجہد کی ضرورت نہیں ہوتی، لیکن استاذ کے ذہن میں یہ بات رہنی چاہیے کہ اس کتاب کے ذریعہ اصول فقہ کی اصطلاحات اور اس کے مسائل ومباحث انضباط کے ساتھ طالب علم کے ذہن نشین کرانے ہیں۔ اس کتاب میں بھی تفریعات بہت ہیں، لیکن ہر جگہ تفریع کو اصل پر منطبق کر کے اصل کو یاد دلایا جاتا ہے۔ تاکہ تفریعات کی تفصیل میں محو ہو کر طالب علم اصل کو فراموش نہ کرے۔

جو اصطلاحات ملتی جلتی ہیں ان کے درمیان وجوہ فرق کو اچھی طرح بیان کر کے ذہن نشین کرایا جائے۔ مثلاً یہ بات کہ ''ظاہر'' اور ''اشارۃ النص'' میں کیا فرق ہے؟ ''نص'' اور ''عبارۃ النص'' میں نیز ''دلالۃ النص'' اور ''قیاس'' میں کیا فرق ہے؟ ''خاص'' اور ''معرفہ'' میں نیز ''عام'' اور ''نکرہ'' میں کیا فرق ہے؟ ''عموم مجاز'' اور ''جمع بین الحقیقت والمجاز'' میں کیا فرق ہے؟ ''عام'' اور ''مطلق'' میں اور ''خاص'' اور ''مقید'' میں کیا فرق ہے؟

اس قسم کی باتوں کو ذہن نشین کرانے کے لیے صرف کتاب کی مثالوں پر اکتفاء نہ کیا جائے بلکہ استاذ خود اپنی طرف سے مثالیں سوچ کر جائے۔ بلکہ قرآن وسنت کی مثالوں کے علاوہ روزمرہ کی زندگی میں ہونے والی عام گفتگو سے بھی مثالیں دی جائیں طلبہ سے وہ مثالیں نکلوائی جائیں اور مثالیں دے کر طلبہ سے سوال کیا جائے کہ دلالت کی کون سی قسم بنی؟

مقامات حریری: یہ کتاب ایک خاص دور کی ادبی نثر کی نمائندگی کرتی ہے، جس میں قافیہ بندی اور سجع کے اہتمام، استعارات وتشبیہات کی کثرت اور محسنات بدیع کے پرتکلف استعمال کو پسند کیا جاتا تھا، لیکن یہ ذوق ایک خاص دور کا تھا نہ اس دور سے پہلے اس کا رواج تھا، نہ اس کے بعد باقی رہا۔ البتہ اس کتاب کی تدریس کا منشاء یہ نہیں ہے کہ طلبہ اپنی تحریر وتقریر میں اس اسلوب کی پیروی کریں بلکہ اس کا منشاء ایک تو اس دور کی نثر سمجھنے کی صلاحیت پیدا کرنا ہے، دوسرے طالب علم کے ذخیرہ الفاظ کو اتنا بڑھانا ہے کہ اس میں ہر دور کی ادبی نثر کو سمجھنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے۔

مقامات حریری کا مسجع اسلوب اگرچہ اب متروک ہو چکا ہے لیکن اس کا ذخیرہ الفاظ تمام تر متروک نہیں ہوا، چنانچہ مقامات کے بیشتر الفاظ اب بھی اعلیٰ ادبی تحریروں میں مستعمل ہیں۔ انہی جیسے الفاظ سے جدید مفاہیم کی تعبیریں اور جدید اسالیب کلام وجود میں آئے ہیں، اس میں استعمال ہونے والی کہاوتیں آج بھی ادبی تحریروں کی جان ہیں، لہٰذا

استاذ کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان تمام امور سے واقف ہو کر یہ کتاب اس طرح پڑھائے کہ اس سے (۱) طالب علم کے ذخیرہ الفاظ میں اضافہ ہو۔ (۲) اگر وہ لفظ قرآن کریم یا کسی مشہور حدیث میں آیا ہے تو اس کا قرآنی مفہوم معلوم ہو۔ (۳) اس کو الفاظ کا صحیح محل استعمال معلوم ہو۔ (۴) ان الفاظ کو اگر کسی جدید مفہوم کی تعبیر کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے تو اس کا علم حاصل ہو۔ (۵) کتاب کی ضرب الامثال کی حقیقت اور ان کا موقع ومحل سمجھ میں آجائے۔ (۶) ایک جیسے الفاظ کے درمیان معانی کا اگر کوئی فرق ہے تو وہ واضح ہو۔

ان مقاصد کے حصول کے لیے استاذ کو مندرجہ ذیل امور کا اہتمام لازماً کرنا چاہیے۔ (۱) الفاظ کی لغوی تحقیق میں بہت زیادہ پھیلاؤ سے اجتناب کرے، بعض جگہ معمول یہ ہے کہ لفظ کی لغوی تحقیق کرتے ہوئے اس کے تمام مشتقات اور تمام ابواب کا ذکر ضرور کرتے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ طالب علم اس اصل لفظ کے معنی ہی بھول جاتا ہے۔ لہٰذا لغوی تحقیق میں اس توسع کے بجائے ہر لفظ کے صرف دو معنی بتائے جائیں جو اس جگہ مراد ہیں۔ اگر وہ فعل یا شبہ فعل ہے تو اس کا باب اور اسی مادے میں مجرد کے ابواب کے اختلاف سے یا صلے کے استعمال سے کوئی فرق آتا ہے تو وہ فرق بیان کیا جائے اور اسم ہے تو مفرد کی جمع اور جمع کا مفرد بیان کرنے پر اکتفاء کیا جائے۔ (۲) لغوی تحقیق میں مذکورہ بالا توسع کے بجائے اس لفظ کا محل استعمال ذہن نشین کرانے پر زور دیا جائے۔ یعنی یہ بتایا جائے کہ یہ لفظ آج کل مستعمل ہے یا نہیں، اگر مستعمل ہے تو کن معانی میں؟ اس کا حقیقی استعمال کس طرح ہوتا ہے؟ اور مجازی استعمال کس طرح؟ اگر کوئی اسم ہے تو اس کی صفت مبالغہ کیا استعمال ہوتی ہے؟ اور پھر ان تمام استعمالات کو خود بھی مثالوں سے سمجھایا جائے اور طلبہ سے بھی اس کی مثالیں بنوائی جائیں۔ (۳) کتاب کی اردو شرحوں کے استعمال پر پابندی لگائی جائے۔

ہدایہ اولین وآخرین: اس کتاب کو اگر درس نظامی کا حاصل علوم دینیہ کی بنیاد کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا، لہٰذا استاذ کو اسی اہمیت کے ساتھ اسے پڑھانا چاہیے۔ کتاب کا مقصد یہ ہے کہ طالب علم کو مسائل کے ساتھ ان کے نقلی اور عقلی دلائل اور فقہاء کے مدارک استنباط سے واقفیت ہو۔ اس کتاب کی تدریس میں مندرجہ ذیل امور کا اہتمام لازمی ہے۔ (۱) عبارتِ کتاب کی تصحیح لازمی ہے۔ (۲) مسئلے کی صورت کا واضح بیان، جو خارجی مثالوں سے مصور کر کے ہو تو بہتر ہے اور مسئلے کے حکم کی تفصیل مع اختلاف فقہاء۔ (۳) مسئلے کے دلائل کی توضیح اور مخالف فقہاء کے دلائل کا جواب۔ (۴) مذکورہ دونوں امور، پہلے کتاب سے ہٹ کر طلباء کو سمجھا دیئے جائیں، پھر کتاب سے ترجمہ کر کے اس بحث کی پوری مطابقت کرائی جائے۔ (۵) دلائل کے بیان کے وقت جس قدر ممکن ہو، اصول فقہ کے قواعد کا اجراء کرایا جائے۔ (۶) حل کتاب کے لیے ''عنایہ'' اور ''کفایہ'' کو بنیاد بنایا جائے اور دلائل کی تفصیل کے لیے ''فتح القدیر'' اور ''بنایہ للعینی'' سے مدد لی جائے۔ (۷) اس بات کا اطمینان کیا جائے کہ طالب علم کو باب سے متعلق اہم اور بنیادی مسائل یاد ہیں، اور وقتاً فوقتاً ان کا امتحان لیا جاتا رہے۔ (۸) کبھی کبھی طلبہ سے دلائل کی تقریر بھی کرائی جائے تاکہ علمی باتوں کو واضح انداز میں سمجھانے کی عادت پڑے۔ (۹) اس بات کی بطور خاص نگرانی کی جائے کہ ''ہدایہ'' جیسی کتاب کے مطالعے اور

اس کو سمجھنے کی صلاحیت طالب علم میں پیدا ہو رہی ہے یا نہیں۔

حسامی وقیاس نور الانوار: حسامی کی تدریس کے دوران شروحِ حسامی کے علاوہ مندرجہ ذیل کتابیں استاذ مطالعے میں رکھے اور ان کی مدد سے مباحث کی تشریح کرے۔ (۱) توضیح تلویح (۲) تسہیل الوصول (۳) ارشاد الفحول للشوکانی رحمہ اللہ نیز اس بات کا اہتمام کیا جائے کہ بات صرف حل کتاب پر ختم نہ ہو بلکہ طالب علم کو علم اصول فقہ سے مناسبت پیدا ہو اور اس کے دقیق مباحث کو نہ صرف سمجھنے بلکہ انہیں بیان کرنے کا بھی سلیقہ آئے۔

دروس البلاغہ ومختصر المعانی: علم بلاغت پر پورے درس نظامی میں صرف یہی دو کتابیں داخل نصاب ہیں۔ اس لیے استاذ کو یہ بات پیش نظر رکھنی چاہیے کہ طالب علم اس فن کی جو کچھ معلوم حاصل کرے گا، وہ صرف اسی گھنٹے میں کرے گا۔

''دروس البلاغہ'' نہایت سلیس، مختصر اور جامع درسی کتاب ہے جس کے ذریعے علم بلاغت کی تینوں شاخوں (معانی، بیان اور بدیع) کا اچھا تعارف طالب علم کو حاصل ہو سکتا ہے۔ کتاب اتنی آسان ہے کہ اس کے حل پر استاذ یا طالب علم کو زیادہ محنت نہیں کرنی پڑتی۔ لہٰذا استاذ کو چاہیے کہ وہ اپنی تمام تر توجہ علم بلاغت سے نظری اور عملی مناسبت پیدا کرنے پر صرف کرے اور اس کا راستہ بھی وہی ہے کہ صرف کتاب اللہ میں دی ہوئی مثالوں پر اکتفا کرنے کی بجائے اپنی طرف سے بہت سی مثالیں سوچ کر جائے۔ طلبہ کے سامنے انہیں بیان کرے۔ اور پھر طلبہ سے نئی نئی مثالیں بنوائے اور بلاغت کی اصطلاحات کی زبانی اور تحریری تمرین کرائے۔

اس غرض کے لیے ''البلاغۃ الواضحۃ'' نامی کتاب استاذ کے لیے بہترین رہنما ثابت ہو سکتی ہے۔ اس میں معانی، بیان اور بدیع تینوں علوم کی اصطلاحات سے متعلق بے شمار ادبی مثالیں بھی موجود ہیں اور متنوع تمرینات بھی دی گئی ہیں۔ استاذ ان میں سے انتخاب کر کے تمرینات طلبہ سے کرا سکتا ہے۔

واضح رہے کہ علم بلاغت میں ''مختصر المعانی'' سے طالب علم کو کوئی عملی فائدہ حاصل ہونا مشکل ہے اس لیے بلاغت کے ساتھ عملی مناسبت ''دروس البلاغۃ'' ہی میں کرانے کا اہتمام کیا جائے۔

دیوان المتنبی: یہ کتاب شعراء مولدین کے زمانے کی شاعری کا نمونہ پیش کرنے کے لیے نصاب میں رکھی گئی ہے اس کی تدریس میں ان تمام امور کا اہتمام کیا جائے جو مقامات حریری کے ذیل میں بیان کیے گئے ہیں: (۱) اس بات کا اہتمام کیا جائے کہ طلبہ کو شعر پڑھنے کا صحیح طریقہ آئے، جو طلبہ شعر کو پڑھتے وقت اسے وزن سے خارج کر دیتے ہیں، انہیں اس غلطی پر ہمیشہ ٹوک کر اصلاح کی جائے۔ (۲) حکمت پر مبنی اشعار زبانی یاد کرائیں جائیں۔ (۳) ترکیب کے اختلاف سے معانی میں تبدیلی کی نشان دہی کی جائے۔ (۴) اشعار میں جو محسنات بدیع آتے ہیں ان کی نشان دہی کی جائے۔ (۵) بلاغت کے دوسرے نکات بھی واضح کیے جائیں۔ (۶) کتاب کے اردو ترجموں اور شرحوں کے استعمال پر پابندی لگائی جائے۔

☆......☆......☆